

## رسائل و مسائل

### قربانی سے متعلق متفرق سوالات

سوال: گھر کے ہر ہر فرد کی طرف سے ایک ایک قربانی ضروری ہے یا ایک قربانی تمام گھر والوں کی طرف سے کافی ہے؟ قربانی کرنا زیادہ افضل ہے یا قربانی کے پیسے صدقہ کر دینا؟

جواب: قربانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مؤکدہ ہے۔ نبی اکرمؐ نے اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے دو تندرست مینڈھے ذبح کیے تھے اور فرمایا تھا کہ: ”اے اللہ! یہ میری طرف سے میرے گھر والوں کی طرف سے اور میری امت میں سے جن لوگوں نے قربانی نہیں کی ان لوگوں کی طرف سے ہے“....

رہا یہ مسئلہ کہ قربانی زیادہ افضل ہے یا قربانی کے روپے کو صدقہ کرنا، تو میری رائے یہ ہے کہ بلاشبہ قربانی کرنا زیادہ افضل ہے۔ اس لیے کہ قربانی ایک عبادت ہے جس کا مقصد حضرت ابراہیمؑ کی سنت کو برقرار اور زندہ رکھنا ہے۔ یہ عبادت ہمیشہ اس عظیم الشان واقعے کی یاد دلاتی رہتی ہے جب ابراہیمؑ اپنے جگر کے ٹکڑے کو اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں اسی کی بارگاہ میں قربان کرنے چلے تھے۔ اپنے رب سے محبت کی یہ ایسی مثال ہے جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے پیارے بندے کو اس کا یہ صلہ دیا کہ اس کے اس فعل کو قیامت تک کے لیے یادگار بنا دیا۔ ہر قوم اپنے اہم دن مثلاً آزادی کا دن یا جنگ میں فتح کا دن وغیرہ کی یاد تازہ رکھنے کے لیے ہر سال اس کا جشن مناتی ہے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ قربانی کر کے اس عظیم الشان واقعے کی یاد تازہ رکھیں۔ اس لیے قربانی کرنا قربانی کی قیمت کو صدقہ کرنے کے مقابلے میں زیادہ افضل اور احسن ہے۔

البتہ اگر قربانی کسی میت کی طرف سے کی جا رہی ہے تو میری رائے یہ ہے کہ اگر قربانی کسی ایسے علاقے میں کی جائے جہاں لوگوں کو گوشت کی زیادہ ضرورت ہے تو وہاں قربانی کرنا زیادہ افضل ہے، اور اگر قربانی کسی ایسے علاقے میں کی جائے جہاں پہلے سے کافی گوشت موجود ہو اور لوگوں کو پیسوں کی زیادہ ضرورت ہو تو وہاں قربانی کی قیمت کو صدقہ کرنا زیادہ افضل ہے۔

گھر کے تمام افراد کی طرف سے صرف ایک قربانی کا جانور کافی ہے۔ کیوں کہ نبی اکرمؐ نے جب قربانی کی تو فرمایا کہ اے اللہ! یہ محمدؐ اور اس کے گھر والوں کی طرف سے ہے۔ ابویوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے زمانے میں ہم میں سے ہر شخص اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے صرف ایک بکری ذبح کرتا تھا۔ لیکن اس کے بعد لوگوں نے فخر و مباہات کے لیے زیادہ قربانیاں کرنی شروع کر دیں جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ (ڈاکٹر یوسف قرضاوی، فتاویٰ یوسف قرضاوی، ص ۱۹۳-۱۹۶)

### بچپن کا حج

س: کیا سن بلوغ سے قبل حج کرنے سے فرض حج ادا ہو جائے گا؟ اس سن میں اگر کسی نے حج کیا اور اس کے بعد گناہ کی زندگی گزاری تو کیا اس کا حج باطل ہو جائے گا اور اسے دوبارہ حج کرنا ہوگا؟

ج: سن بلوغ سے قبل حج کرنے سے حج کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی۔ حج کی فرضیت اسی وقت ساقط ہوتی ہے جب اسے سن بلوغ کے بعد ادا کیا جائے۔

حج کی ادائیگی کے بعد بھی کوئی شخص بڑے کاموں میں ملوث رہا تو اس سے اس کا حج باطل نہیں ہوگا کیوں کہ بڑے کاموں کی وجہ سے اچھے اور نیک اعمال رائیگاں نہیں ہوتے، البتہ ان کے ثواب میں کمی ضرور ہو جاتی ہے۔ قیامت کے دن ہر شخص کے سامنے اس کے چھوٹے بڑے، اچھے اور بڑے سارے اعمال پیش کیے جائیں گے اور انھی اعمال کی بنیاد پر اس کا حساب کتاب ہوگا۔ فرمان الہی ہے: **فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۖ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۖ** (الزلزال ۹۹: ۷-۸) ”جو کوئی ذرہ برائے نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرہ برابر بدی

کرے وہ اس کو دیکھ لے گا۔

بہر حال، بندہ مومن سے یہی اُمید کی جاتی ہے کہ حج کا اثر اس کے اعمال میں ظاہر ہو۔ اپنی گذشتہ زندگی میں جن بڑے کاموں میں وہ ملوث رہا، ان سے سچی توبہ کرے اور آئندہ زندگی اللہ کی اطاعت میں گزارنے کا پکا ارادہ کرے اور اس کے لیے پوری کوشش کرے۔ اللہ سے اپنے رشتے کو مضبوط کرے اور یہی وہ حج مبرور ہے جس کا صلہ جنت ہے۔

اگر صاحبِ سوال نے سن بلوغ سے پہلے حج کیا ہے تو انھیں اب دوبارہ حج کرنا چاہیے تاکہ فرضیت ادا ہو سکے، البتہ پہلے حج کا ثواب انھیں ضرور ملے گا۔ (ایضاً، ص ۱۸۳)

### بقرعیہ کے چاند کے بعد بال یا ناخن کٹوانا

س: کیا بقرعیہ کا چاند دیکھنے کے بعد اس شخص کے لیے ناخن یا بال کٹوانا جائز ہے جو قربانی کرنا چاہتا ہو؟

ج: جناب مسک کے مطابق قربانی کرنے والے شخص کے لیے چاند دیکھنے کے بعد بال یا ناخن کٹوانا جائز نہیں ہے، کیوں کہ حجاج کرام احرام کی حالت میں یہ چیزیں نہیں کٹواتے۔ اس لیے اس کیفیت کو زندہ رکھنے کے لیے قربانی کرنے والے کو بھی یہ چیزیں نہیں کٹوانی چاہئیں۔ البتہ راجح قول یہ ہے کہ ایسا کرنا صرف مکروہ ہے۔ اگر کسی نے ناخن کٹوایا یا بال بنوائے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔ اسے چاہیے کہ اللہ سے مغفرت طلب کرے اور بس۔ اگر کسی شخص کو زیادہ دن تک ناخن یا بال چھوڑنے سے تکلیف ہوتی ہو اور اس نے یہ چیزیں کٹوالیں تو کوئی حرج کی بات نہیں۔ (ایضاً، ص ۱۹۶-۱۹۷)